© rasailojaraid.com

صاحبزادہ ساجد الرحمان

اردو کی تفسیر "ضیاء القرآن"

آنحضرت ﷺ کے ارشاد گرامی "خیر القرون قرنی" کے مطابق صحابہؓ کی جماعت کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ وہ زبان نبوت سے قرآن پاک کی آیات سنتے تھے اور عمل نبوت سے اس کی تعبیر و تشریح سے آگاہ ہوتے تھے اور اپنی فکری، ادبی اور تخلیقی کاوشوں سے قرآن فہمی کا ایک خاص ملکہ رکھتے تھے۔ بعض صحابہ کرام نے تو اپنے آپ کو قرآن کی تفسیر و تاویل کے لیے وقف کر دیا تھا۔ انہی میں سے ایک ابن عباس بھی ہیں۔ جن کے بارے میں زبان نبوت سے یہ دعائیہ کلمات بھی ارشاد ہوئے:

> "اے اللہ اسے دین کی سمجھ عطا کر اور اسے قرآن کی تاویل (قرآن فہمی) سکھا دے" (۱)

قرآن مجید کے عالمی پیغام کو اہل عالم پر آشکارا کرنے کے لیے، عربی زبان کے علاوہ دنیا کی دوسری زبانوں میں قرآن کے تراجم و تفاسیر لکھے گئے۔ جن کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔

مقام مسرت ہے کہ اردو زبان میں دیگر علوم اسلامیہ کی طرح تفسیری سرمایہ بھی موجود ہے۔ برصغیر کے علمائے حق نے اپنی اپنی افتاد طبع اور علمی ذوق کے مطابق تفسیریں لکھیں۔ ہر عہد کا مصنف اپنے عہد کی فکری آب و ہوا کی پیداوار ہوتا ہے۔ چنانچہ ہر عہد میں لکھی جانے والی تفسیروں میں اس دور کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علمی فضا اور فکری مسائل کی گونج سنائی دیتی ہے۔ تفسیر احمدی، تفسیر حقانی، تفسیر ماجدی، اور اس قسم کی دوسری تفاسیر اپنے اپنے عہد کے فکری رجحانات کی ترجمان ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ فقہی ذوق رکھنے والوں نے قرآن کی تفسیر میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ مسائل کا استنباط کیا۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے قلم اٹھایا تو تفسیر کے ضمن میں معنوی واردات سے پردہ اٹھایا اور ارباب صفا (صوفیہ) نے حقیقت کو اپنے سامنے جلوہ گر پایا اور اپنے ذکر و فکر کو لذت وصال سے بہرہ ور کیا۔ مرحوم سید ابوالاعلیٰ مودودی نے دیگر مسائل کے ساتھ ساتھ سیاست وقت کو اپنی تحقیقات کا مرکز و محور قرار دیا۔ کہا جاتا ہے کہ اردو زبان میں بارہویں صدی ہجری میں ۱۶، تیرہویں صدی ہجری میں ۶۵ اور چودھویں صدی ہجری میں ۱۵۳ تفاسیر لکھی گئیں۔ (۲) یہ اعداد و شمار ۱۹۷۴ء تک محدود ہیں۔ اس کے بعد سے اب تک اردو کے تفسیری سرمایہ میں مزید اضافہ ہوچکا ہے۔

اس وقت ہمارے پیش نظر پاکستان کے ایک ممتاز عالم محترم پیر محمد کرم شاہ الازہری کی تفسیر "ضیاء القرآن" کا پانچواں ایڈیشن ہے، جو رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ میں لاہور سے طبع ہوا۔

اس تفسیر کا پہلا ایڈیشن ۱۹۶۵ء میں پانچ جلدوں میں شائع ہوا۔ ہم اس تفسیر پر تفصیل سے تبصرہ کرنا چاہتے تھے۔ افسوس! کہ قلت وقت کی بنا پر ہمیں اختصار سے کام لینا پڑا۔ اس تفسیر کی پہلی جلد کے آغاز میں فاضل مفسر نے ۱۳ صفحات پر مشتمل پیش لفظ یا مقدمہ لکھا ہے، جس میں طرز تفسیر، تاریخ تدوین قرآن اور آداب تلاوت قرآن کو انتہائی اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ہر جلد کے شروع میں اس جلد میں شامل سورتوں کی فہرست بھی دی گئی ہے۔

ہر جلد کے آخر میں پہلے "لغوی تحقیقات" کے عنوان سے وہ الفاظ دیئے گئے ہیں، جن کی لغوی تحقیق سے قاری کو باخبر کرنا مقصود ہے، اور یہ بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بتایا گیا ہے کہ مطلوبہ لفظ کی تفسیر و تشریح سورۃ کریمہ اور حاشیہ میں کس مقام پر آئی ہے۔

لغوی تحقیقات کے ساتھ ساتھ "نحوی تحقیقات" کے عنوان سے ان کلمات کی نشان دہی کی گئی ہے، جن سے قاری کا آگاہ ہونا ضروری ہے۔

ان نحوی تحقیقات کے لیے بھی سورتوں اور حاشیوں میں نشان دہی کی گئی ہے۔ مثلاً سورہ بقرہ کی آیت کریمہ : "وما انزل علی الملکین ببابل ھاروت و ماروت" کے ضمن میں فاضل مولف لکھتے ہیں۔ "اس آیت میں دو احتمال ہیں، پہلا یہ کہ ما نافیہ ہے اور یہ جملہ معترضہ ہے، اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہود کا یہ کہنا کہ جادو بھی آسمان سے فرشتوں پر نازل ہوا اور فرشتوں ہی نے ہمیں سکھایا۔ اس لیے یہ بھی صحائف آسمانی کی طرح آسمانی چیز ہے اور مقدس ہے، یہود کا یہ کہنا سراسر باطل ہے، ○ "وما انزل علی الملکین" فرشتوں پر ہرگز کوئی جادو نازل نہیں کیا گیا، ھاروت اور ماروت بدل بعض ہوگا۔ شیاطین سے یعنی شیاطین جن کے دو سرکردوں کے نام ہاروت اور مارت ہیں، وہ جادو سکھایا کرتے تھے..... اس کے بعد پیر صاحب رقمطراز ہیں: "لیکن جمہور کا قول یہ ہے کہ "ما انزل" میں ما موصولہ ہے اور اس کا عطف "اتبعوا" کے تحت ہے یعنی یہودی فلسطین میں جادو پر بھی عمل پیرا تھے۔" (۳)

ہر جلد کے آخر میں فہرست مطالب کے عنوان کے تحت مضامین کا اشاریہ درج کر دیا گیا ہے جو یقیناً قاری کے لیے ایک بڑی سہولت کا باعث ہے۔ طرز تفسیر سے متعلق فاضل مفسر مقدمہ میں رقمطراز ہیں:

> "ہر سورہ سے پہلے میں نے اس کا تعارف لکھا، جس میں سورہ کا زمانہ نزول، اس کا ماحول، اس کے اہم اغراض و مطالب، اس کے مضامین کا خلاصہ اور اگر اس میں کسی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سیاسی یا تاریخی واقعہ کا ذکر ہے' تو اس کا پس منظر بیان کیا ہے تاکہ قارئین جب پہلے اس کا تعارف پڑھ لیں گے تو وہ ان امور خصوصی پر زیادہ توجہ مبذول کر سکیں گے۔

بہ قول مولانا ابوالکلام آزاد:

"قرآن حکیم اپنی وضع' اپنے اسلوب' اپنے انداز بیان' اپنے طریق انتخاب' اپنے طریق استدلال غرضیکہ اپنی ہر بات میں اپنا بے میل فطری طریق رکھتا ہے اور یہی وہ بنیادی امتیاز ہے جو انبیاء علیہم السلام کے طریق ہدایت کو علم و حکمت کے وضعی طریقوں سے ممتاز کرتا ہے۔" (۴)

کسی بھی مفسر کے لیے ممکن نہیں کہ وہ آسمانی کلام کو کسی دوسری زبان میں اس انداز سے منتقل کرے کہ وہی رعنائی بیان' وہی روانی' وہی حسن و جمال' وہی شکوہ و تمکنت' وہی زور بیان ترجمہ میں بھی آجائے۔

اس بارے میں شیخ محمد عبدہ نے لکھا ہے کہ: "تفسیر قرآن کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ دل پر خدا کی عظمت و تقدیس کا جو نقش ثابت ہوچکا ہو اس کو اجمالاً بیان کر دیا جائے۔"

فاضل مفسر مقدمہ میں اسی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"ہم اکثر بگڑی ہوئی قوموں کے حالات اور ان کے حسرت ناک انجام کے متعلق قرآن میں پڑھتے ہیں اور ایک لمحہ توقف کیے بغیر آگے نکل جاتے ہیں' ہم یہ زحمت بہت کم گوارا کرتے ہیں کہ اپنے اعمال کا موازنہ ان برباد شدہ قوموں کے اعمال سے کریں اور یہ سوچیں کہ کہیں ہم بھی انہی نافرمانیوں کا شکار تو نہیں اور اگر خدانخواستہ ہیں تو اپنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انجام کی ہولناکیوں سے غافل کیوں ہیں کیا مکافات عمل قانون قدرت نہیں؟ کیا ہم نے یہ نہیں پڑھا۔ "ولن تجدسنة اللہ تبدیلا" میں نے ہر ایسے موقع پر کوشش کی ہے کہ مطالعہ کرنے والے کے وجدان کو جھنجھوڑوں اور اسے اپنا محاسبہ کرنے کی رغبت دلاؤں تاکہ وہ اپنی جنس عمل کو اسلام اور قرآن کے مقرر کیے ہوئے ترازو میں تولے اور اگر اس کا قدم جادۂ حق سے پھسل گیا تو وہ سنبھلنے کی بروقت کوشش کرے۔ (۵)

تاثیر اور دل نشینی کلام کی جان ہوتی ہے، رعنائی خیال کے ساتھ حسن بیان بھی ضروری ہوتا ہے۔ تفسیر ضیاء القرآن جہاں سلفی عقائد اور تفسیر بالروایت کی ترجمان تفسیر ہے، وہاں انداز بیان کی دل نشینی بھی اس کی ایک امتیازی شان ہے۔ عمدہ الفاظ کا استعمال، زور بیان اور دعوت حسن عمل کی تاثیر حضرت پیر صاحب کی تحریر کا حصہ ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

واذا سالک عبادی عنی فانی قریب" کی تفسیر لکھتے ہیں۔

"کتنی پیاری آیت ہے، ہجوم بلا میں، طوفان مصائب، گرداب ہلاکت میں گھرے ہوئے شکستہ دل اور پریشان انسان کے لیے چند لفظوں میں اطمینان و سکون کا کیا روح پرور پیغام ہے۔ آپ غور فرمایئے! "انی قریب" کے دو لفظوں میں راحت و اطمینان کی ایک دنیا سمیٹ کر رکھ دی گئی ہے۔ کسی فصل بہار کی نسیم سحر میں، کسی ابر نسیاں کے حیات بخش قطروں میں وہ اثر کہاں جو اثر ان دو لفظوں میں ہے۔ دکھ درد کا مارا جب یہ سنتا ہے کہ میرا مالک، میرا خالق مجھ سے الگ تھلک کہیں دور نہیں کہ اسے میرے حال کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علم نہ ہو، رنج و الم کی خبر نہ ہو بلکہ وہ قریب ہے، بالکل قریب، نزدیک ہے، رگ جاں سے بھی زیادہ نزدیک تو اسے کتنا قرار آجاتا ہے۔" (٦)

حضرت پیر صاحب وحدت امت کی داعی ہیں وہ فروعی اختلافات کی بنیاد پر امت کے تفرقوں کو زہر ہلاہل تصور کرتے ہیں، انہوں نے مقدمہ میں نہایت وضاحت کے ساتھ اس جانب اشارہ فرمایا، لکھتے ہیں: "اس باہمی اور داخلی انتشار کا سب سے المناک پہلو اہل السنہ والجماعت کا آپس میں اختلاف ہے جس نے انہیں دو گروہوں میں بانٹ دیا ہے۔ دین کے اصولی مسائل میں دونوں متفق ہیں۔" (٧)

ہم یہاں بغیر کسی تبصرے کے محترم پیر صاحب کے دو الفاظ، اہل السنہ و الجماعت اور "اصولی مسائل میں اتفاق" کی طرف خصوصی طور پر آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں، --- محترم پیر صاحب نے اپنے اس موقف کو سورہ آل عمران کی آیت ١٠٥ میں مزید وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے، لکھتے ہیں: "مسلمانوں کو گروہ بندی اور اختلاف سے منع کیا جا رہا ہے، اب ان کے سامنے گروہ بندی اور اختلاف کی لعنت میں گرفتار قوموں کی خونچکاں داستان اور عبرتناک کہانی بیان کی جا رہی ہے تاکہ مسلمان اسے سنیں اور نصیحت پکڑیں۔ یہود و نصاریٰ نے اپنے دین کے اصولوں کو پس پشت ڈال دیا تھا اور فروعی و جزوی مسائل کو انہوں نے اتنی اہمیت دے رکھی تھی کہ انہیں کی وجہ سے کفر کے فتوے لگائے جاتے اور ملت کی وحدت کو اس طرح انتہائی بے دردی سے پارہ پارہ کر دیا جاتا۔ آج ہم بھی اسی مقام پر کھڑے ہیں۔ ایک خدا، ایک رسول ﷺ، ایک کعبہ رکھنے والی قوم نے اپنے آپ کو بے شمار فرقوں میں بانٹ رکھا ہے اور علماء سوء نے ان کے درمیان نفرت و عداوت کی اتنی بلند دیواریں کھڑی کر دی ہیں کہ اب ان کے آپس میں مل بیٹھنے کی بظاہر کوئی صورت نظر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں آتی۔" (۸)

پیر صاحب نے قدیم اور معاصر جملہ تفاسیر سے بغیر کسی تحفظ کے استفادہ کیا۔ چنانچہ ہم آپ کی تفسیر میں قدیم و جدید تفسیری رجحانات کی ایک جھلک دیکھ سکتے ہیں۔

یہاں اس امر کی طرف اشارہ کرنا بے جا نہ ہو گا کہ محترم پیر صاحب متن ہی میں مختصر حوالہ درج فرماتے ہیں' لیکن اس حوالے میں کسی تفسیر یا حدیث یا کسی اور کتاب کا حوالہ دیتے وقت عصر حاضر میں مروج انداز تحقیق کو اختیار نہیں کیا گیا۔ مثلاً ج اول ص ۲۴ پر حدیث کا حوالہ یوں دیا گیا ہے: " چنانچہ حدیث قدسی جسے امام بخاری اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے' میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کے متعلق ارشاد فرماتا ہے۔ "ان سالنی لا عطنیه وان استغفر! لاغفرنه" یہاں یہ نہیں بتایا گیا کہ صحیح بخاری کے کس باب میں یہ حدیث قدسی آئی ہے۔" اسی طرح ج اول کے ص ۲۵ میں شاہ ولی اللہ کے اس شعر کو نقل کیا گیا ہے:

وانت مجیری من ہجوم ملمه
اذا اثبت فی القلب شرالمخالب

مگر شاہ ولی اللہ کی کسی تحریر کا حوالہ نہیں دیا گیا۔ ایسے ہی فاضل مصنف نے ایک جگہ مولانا محمد قاسم نانوتوی کے ایک اردو شعر کو بغیر حوالے کے نقل کیا ہے:

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا'
نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی کار

اسی طرح بیعت مرشد کے سلسلے میں حضرت شاہ اسماعیل دھلوی کی فارسی عبارت اور اس کا ترجمہ دیا گیا ہے۔ لیکن حوالہ کے لیے صرف "صراط مستقیم" لکھا گیا۔ صفحہ' مقام اور سن اشاعت درج نہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"سالکان راہ حقیقت نے وسیلہ سے مراد مرشد لیا۔ پس حقیقی کامیابی اور کامرانی حاصل کرنے کے لیے مجاہدہ و ریاضت سے پہلے تلاش مرشد از بس ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ نے سالکان راہ حقیقت کے لیے یہی قاعدہ مقرر فرمایا ہے' اس لیے مرشد کی رہنمائی کے بغیر اس کا ملنا شاذ و نادر ہے۔" (۹)

حوالہ کے لیے بین القوسین "صراط مستقیم" لکھ دیا گیا جو ناکافی ہے۔ بہتر ہوگا کہ جدید ایڈیشن میں جدید طرز تحقیق کے مطابق حوالوں کا اہتمام کیا جائے۔

یہاں ایک اور پہلو توجہ طلب ہے کہ جب اصلی ماخذ موجود ہو تو ثانوی ماخذ کا حولہ بھی قاری کے لیے مزید تحقیق کا سبب بن جاتا ہے۔ مثلاً سورہ البقرہ کی آیت ۱۵۲ کے تحت ساحر کے متعلق امام اعظم ابو حنیفہ کا موقف نقل کیا گیا ہے' لکھتے ہیں:

"حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ساحر کی سزا یہ ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے اور اس کی توبہ قبول نہ کی جائے۔" (۱۰)

یہاں حوالہ "روح المعانی" تفسیر کا دیا گیا ہے۔ فقہ کی کسی کتاب کا نہیں۔

صاحب تفسیر ضیاء القرآن نے ہر ذوق کے قاری کی ضیافت طبع کا سامان فراہم کیا ہے۔ تفسیر ضیاء القرآن میں فقہ' علم کلام' اور تصوف کے مسائل کے لیے فقہی' کلامی اور ذوقی تفاسیر سے استفادہ کیا گیا ہے۔ تصوف کے لیے "روح المعانی" کا انتخاب کیا گیا۔ اگر تفسیر قاشانی' جو غلطی سے حضرت شیخ ابن عربی کی طرف منسوب ہے۔ تفسیر روز بھان البقلی یا عبدالرحمان سلمی کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حقائق التفسیر اور عبدالکریم القشیری کی لطائف الاشارات کے حوالے آجاتے' تو استفادے کا دائرہ اور وسیع ہو جاتا۔

واقعہ یہ ہے کہ پیر صاحب نے جس طرح متداول تفاسیر کا ذکر کیا' اور اختلاف رائے رکھتے ہوئے مفسرین کی فکر کو پیش کیا' ملت کے اتحاد و اتفاق کے لیے خوابیدہ دلوں کو بیدار کرنے کے لیے سعی و عمل سے کام لیا' اور موثر اسلوب بیان سے یہ باتیں بیان کیں' اس سے اس تفسیر کی اہمیت بڑھ گئی ہے۔ چنانچہ ہمیں محترم پیر صاحب کی تفسیر ضیاء القرآن سے مقدور بھر استفادہ کرنا چاہیے۔

© rasailojaraid.com